OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

حضرت عمر کی معاشی حکمت عملی اور اس کے معاصر اطلاقات

Economic Strategy of *Ḥadrat ʻUmar* and its Contemporary Implications

Ghulam Jilani
Doctoral Candidate Islamic Studies, University of Lahore
Dr. Aqeel Ahmad
Associate Professor of Islamic Studies, University of Lahore

Abstract

The religion of Islam is a complete code of life in which all human beings have solution of its problem. The long-standing problem in our country is economy. We can solve our economic problems by obeying the teaching of Islamic. Hazrat Umar Farooq (RA) made the Islamic Empire strong and stable by using the principles set by the Prophet ﷺ regarding the economy. During the caliphate of Hazrat Umar Farooq (RA) a detailed plan can be seen in the finance and economic departments. Natural disasters such as famine and plague were dealt and controlled. Many measures were taken in the field economy for the prosperity of the people. He abolished feudalism and decided not to distribute tributary lands of conquered areas. The allotment of uninhabitable lands was decided and enabled the Baitul-mal. Arranged salaries and affairs of government, fixed the salaries of mujahideen. fixed the expenses of Amal and the caliph. He fixed the stipends for the wives of the mujahideen. The roles and regulation of economic systems of Hazrat Umar Farooq (R.A) does not mean only that a blueprint to be implemented in Pakistan. But rather these are the basic rules that are described in the book of Allah

CC BY

and Sunnah ﷺ. The interpretations of these roles have been interpreted from time to time by the imam's mujahidin since the time of the companions and the Tabieen and the entire Ummah agrees on them. Hazrat Umar Farooq's (R.A) economic ideas were not only specific to that era but even today the laws of that era can be implemented and the same blessed results can be achieved.

Keywords: *Ḥadrat 'Umar,* Economic Strategy, Contemporary Implications

تمہید

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں ہر انسانی مسئلہ اور مشکل کا حل موجود ہے۔ ہمارے ملک میں دیرینہ مسئلہ معیشت کا ہے جس کی وجہ سے ملک میں بہت سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں کوئی بھی ایسا مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کا حل موجود نہ ہو۔ معیشت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے جو اصول مقرر کیے انہیں آگے چل کر خلفاء راشدین نے نہ صرف ان پر عمل کیا بلکہ آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان میں مزید چار چاند لگائے۔ عہد فاروقی میں ایک ایسا زمانہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے جب زکوٰۃ دینے والے تو تھے لیکن لینے والا کوئی شخص نہ تھا۔ موجودہ دور کی جنگ معاشی جنگ ہے۔ جو ملک معاشی میدان میں آگے ہے وہی اندرونی و بیرونی طور پر مستحکم ہے۔ اور عزت و وقار کے ساتھ گردن کو اونچا کر کے دنیا میں کھڑا ہے۔ نہ اس کے خلاف کوئی سازش ہوتی ہے اور نہ ہی کسی کو اس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت ہے۔ خلافت راشدہ جس نظام پر قائم تھی اس کی بنیاد قرآن و سنت ہی نے فراہم کی ہے۔ خلفائے راشدین نے وہ روشنی رسول اللہ سے حاصل کی تھی اور اسکو عملی معنوں میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ بالخصوص معیشت کے میدان کو دیکھیں کہ اس میں کن چیزوں کو مد نظر رکھا گیا ہے اور کن معاشی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی تا کہ اس سے معاشی میدان میں بہتری لائے جا سکے۔ یہ چیزیں کلیتاً سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایجاد کردہ نہیں تھیں نہ یہ حادثاتی طور پر معرض وجود میں آئی تھی۔ بلکہ یہ ربانی منہج تھا جس میں غور و فکر کر کے آپ نے اسمیں مزید ترقیاں حاصل کیں۔

عصر حاضر کی معاشی پالیسیوں کی حیثیت

عصر حاضر میں معیشت کی زیادہ اہمیت اس وجہ سے ہے کہ جس طرح انسان کی ابتدائی تاریخ کو پتھر اور دھات کے زمانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اسی طرح آج کا دور بھی معیشت کا دور ہے بلکہ نظام ہائے معیشت کی کشمکش کا دور ہے اور صنعتی و سائنسی ترقی نے اس کشمکش کو تند و تیز کر دیا ہے۔ اس علم کا تعلق ہماری روزمرہ زندگی سے ہے۔ اس لئے ایک کامیاب شہری بننے کے لئے اس علم کا مطالعہ ضروری ہے۔ آمدنی اور خرچ میں توازن قائم رکھنے کیلئے اسلامی معاشیات کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اسلامی معاشیات میں فضول خرچی اور بخل دو انتہائی رویے ہیں اور بہترین راہ اعتدال کی ہے جس کی صحیح راہنمائی نشاندہی اسلامی معاشیات ہی سے ہوتی ہے۔ اسلام اور معیشت کے مابین روز اول سے ایک گہرا تعلق اور قریبی تعلق چلا آ رہا ہے۔ اللہ کے ہر پیغمبر نے انسان کی معاشی زندگی اور معاشی سرگرمی کے بارے میں ہدایات دی ہیں۔ معاشی زندگی کو بہتر، منضبط اور عادلانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اسلام کا ان معاملات سے نسبتاً زیادہ قریبی، زیادہ گہرا اور زیادہ بھرپور تعلق رہا ہے رسول اللہ کو جس علاقے میں اللہ نے پیدا فرمایا، جس خاندان میں پیدا فرمایا جس قبیلے سے آپ کے خاندان کا تعلق رکھا۔ یہ پورا علاقہ یہ پورا قبیلہ اور آپ کے

خاندان کا بیشتر حصہ تجارت اور معیشت سے تعلق رکھتا ہے۔

اسلامی معیشت کے بنیادی مقاصد

اسلامی معیشت اور مادی ضروریات کی تکمیل زندگی کا اصل اور واحد مقصد ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو زندگی کے بہت سے پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہے۔ انسانی زندگی کے بہت سے پہلو ہیں ان میں سے ایک پہلو مادی ضروریات کی تکمیل اور خالص معاشی تقاضوں کا بھی ہے۔ یہ پہلو دین و اخلاق سے مکمل طور پر مربوط اور متناسق ہونا چاہیئے جیسا کہ شریعت کا تقاضہ ہے۔ فقہائے اسلام نے ہمیشہ اس ربط اور تناسق کو نہایت لطیف، جامع اور مکمل انداز میں پیش کیا۔ فقہ اسلامی کا عمومی نقشہ جب سامنے رکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس زندگی کے سارے پہلوؤں کو اس طرح سمویا گیا ہے کہ بیک وقت تمام پہلوؤں کی پوری پوری رعایت کا سامان کر دیا گیا ہے۔ ہم اس عمومی نقشہ کو سامنے رکھیں گے جن کا اہتمام سیدنا عمر فاروق نے خصوصی طور پر کیا جو کہ ایک مضبوط معیشت کی بنیادیں ہیں۔

عدل وانصاف

اسلامی معیشت کے بنیادی اہداف و مقاصد میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اسلامی نظام ہر ممکن طور پر نافذ کیا جائے تا کہ اسلامی فلاحی معاشرہ معرض وجود میں آسکے نظام عدل و مساوات ایسا معاشرہ قائم کرے میں اہم ترین کردار ادا کرتا ہے۔ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امت اسلامیہ کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا تھا تو آپ نے عدل ہی کے اصول و ضوابط کا تذکرہ فرمایا تھا تو بلاشبہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خطبے میں شامل عدل و مساوات وہ نظام تھا جس پر اسلامی معاشرے کی عمارت قائم ہوئی اسلام میں کسی ایسے معاشرے کا تصور بھی موجود نہیں جس میں ظلم ہو اور عدل مفقود ہو۔ یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ لوگوں کے درمیان عدل کا قیام چاہے انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی اور علاقائی سطح پر یہ خلیفہ یا حاکم وقت کی مرضی پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کی رو سے یہ معاملہ اس کے مقدس ترین فرائض میں شامل ہے۔ اور خلیفہ کی طرف سے عدل وانصاف کے محکم اہتمام پر پوری امت کا اجماع ہے۔[1] سیدنا عمر فاروق عدالت کے شعبے میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے لوگوں کے دلوں کو گرویدہ اور انکی عقلوں کو حیران کر دیا۔ ان کی نظر میں عادلانہ نظام بذات خود لوگوں کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن کرنے کا موجب تھا۔ اس سلسلے میں من و عن نبوی منہج پر گامزن ہوئے۔ اسلامی معیشت کی مضبوطی کے لئے پہلے عدل و انصاف کی بالا دستی سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اہم کردار تھا جس کو آپ نے ذمہ داری سے ادا کیا۔ امام مالکؒ سعید بن مسیب کی سند سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عدل و اانصاف کے بارے میں روایت بیان فرماتے ہیں: "ایک دفعہ ایک یہودی کا ایک مسلمان سے جھگڑا ہو گیا۔ جب اس مقدمے کا سیدنا عمر فاروق نے جائزہ لیا تو یہودی کا موقف صحیح پایا چنانچہ انہوں نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس پر یہودی نے بے ساختہ کہا: اللہ کی قسم! آپ نے برحق فیصلہ فرمایا ہے۔"[2] خلفائے راشدین کی کامیابی کا راز ہی ان کا بے لاگ عدل و انصاف پر قائم رہنا تھا۔ امام ابن تیمیہؒ نے کیا خوب فرمایا ہے: "اللہ تعالیٰ ہر اس ریاست کی مدد فرماتا ہے۔ جو اپنی رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کرے، چاہے ایسی ریاست کافر ہی ہو، ظالم ریاست کی اللہ تعالیٰ ہرگز مدد نہیں کرتا، چاہے وہ مسلمان ریاست ہو، عدل ہی ایک ایسی خوبی ہے جس سے لوگ درست اور مستقیم رہ سکتے ہیں اور اموال کی حفاظت ہو سکتی ہے "[3] امام ابن جوزی لکھتے ہیں: "سیدنا عمر فاروق نے عام الرمادہ یعنی خشک سالی کے دوران میں ایک کردار ادا کیا ایک موقع آیا کہ مہنگائی ہو گئی خاص طور پر گھی مہنگا ہو گیا۔ لوگوں کو مہنگائی کا سامنا کرنا پڑا، عام لوگوں کے ساتھ سیدنا عمر فاروق نے بھی گرانی کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے گھی کھانا موقوف کر دیا۔ عام خوردنی تیل پر گزارا کرنے لگے۔ اس کے نتیجے میں ان کے پیٹ میں گر گراہٹ ہونے لگی۔ ایک دفعہ معدے سے گر گراہٹ کی آواز آئی تو پیٹ کو مخاطب کر کے فرمایا: جتنا مرضی گڑ گڑ

کرلے۔ اللہ کی قسم! جب تک لوگ گھی نہ کھا سکیں گے تجھے بھی میسر نہیں آئے گا۔"[4] سیدنا عمر فاروق جنہوں نے معاشی میدان میں کارہائے نمایاں سر انجام دیئے مہنگائی ان کے دور میں آئی تھی تو آپ نے اس کا حل بھی بتادیا کہ اس چیز کو کھانا چھوڑ دیا جائے یا کھانا کم کر دیا جائے۔ لیکن ہم جب چیز کی طلب اور رسد کو دیکھتے ہیں کہ طلب بڑھنے لگی ہے اور رسد کم ہے تو اشیاء کو بڑے بڑے سرمایہ دار ذخیرہ کر لیتے ہیں جسکی وجہ سے مصنوعی بحران پیدا ہو جاتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق نے یہ قانون مساوات نہ صرف مدینہ میں نافذ کر رکھا تھا بلکہ پوری مملکت اسلامیہ میں تمام گورنروں کو یہی احکام دے رکھے تھے یہاں تک کہ کھانے پینے کے سلسلے میں بھی یہ قانون سرکاری طور پر نافذ تھا۔

عوامی منافع کے استعمال سے احتراز

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل خانہ کو ان عمومی منفعتوں سے مستفید ہونے سے منع کر رکھا تھا جو سرکاری طور پر لوگوں کی کسی جماعت کے لئے مخصوص ہوتی تھیں۔ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں ان کے اہل خانہ کو اس سے امتیازی حیثیت حاصل نہ ہو جائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک اونٹ خریدا، پھر میں بھی عامۃ الناس کی طرح اتنے بڑی چراگاہ میں چراتا رہا۔ جب چرا اونٹ فربہ ہو گیا تو اسے بازار لے آیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا۔ دریافت فرمایا: یہ کس کا اونٹ ہے؟ جواب ملا کہ یہ عبد اللہ بن عمر کا ہے۔ تعجب سے فرمایا: اے امیر المومنین کے بیٹے عبد اللہ! یہ اونٹ کہاں سے آیا؟ میں نے عرض کیا: میں نے اسے خریدا۔ پھر عوامی چراگاہ سے مستفید ہوا۔ عام لوگوں کی طرح میرا ارادہ بھی اس سے نفع حاصل کرنے کا ہے۔ سیدنا عمر فاروق نے فرمایا: پھر لوگوں نے تیری رعایت کرتے ہوئے۔ کہا ہو گا۔ اے امیر المومنین کے بیٹے اونٹ کو چرنے دو۔ اسے پانی پلاؤ۔ اے عبد اللہ! اسے بیچ کر اپنی راس (مل) رقم رکھو باقی رقم بیت المال میں جمع کراؤ۔[5] ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق کا ایک سسر الی رشتہ دار آیا۔ اس نے سیدنا عمر سے درخواست کی کہ مجھے بیت المال سے کچھ دیا جائے۔ سیدنا عمر فاروق نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: تیرا ارادہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک خائن حکمران کی حیثیت سے پیش ہوں۔ بعد ازاں سیدنا عمر فاروق نے اسے اپنے ذاتی مال سے دس ہزار درہم عطا فرمائے۔[6]

حق المعاش کی فراہمی ریاستی ذمہ داری

اسلامی نظام معیشت میں تمام انسانوں کو حق المعاش کے مساوی حقوق دیے گئے ہیں اس میں بحیثیت انسان مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں ایک روایت نقل کی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

> مَرَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِبَابِ قَوْمٍ وَعَلَيْهِ سَائِلٌ يَسْأَلُ: شَيْخٌ كَبِيرٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ، فَضَرَبَ عَضُدَهُ مِنْ خَلْفِهِ، وَقَالَ: مِنْ أَيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ أَنْتَ؟ فَقَالَ: يَهُودِيٌّ. قَالَ: فَمَا أَلْجَأَكَ إِلَى مَا أَرَى؟ قَالَ: أَسْأَلُ الْجِزْيَةَ وَالْحَاجَةَ وَالسِّنَّ. قَالَ: فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ، وَذَهَبَ بِهِ إِلَى مَنْزِلِهِ فَرَضَخَ لَهُ بِشَيْءٍ مِنَ الْمَنْزِلِ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى خَازِنِ بَيْتِ الْمَالِ فَقَالَ: انْظُرْ هَذَا وَضُرَبَاءَهُ؛ فَوَاللَّهِ مَا أَنْصَفْنَاهُ أَن أكلنَا شبيته ثُمَّ نَخْذُلُهُ عِنْدَ الْهَرَمِ "إِنَّمَا الصَّدقَات للْفُقَرَاء وَالْمَسَاكِين"، وَالْفُقَرَاءُ هُمُ الْمُسْلِمُونَ وَهَذَا مِنَ الْمَسَاكِينِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، وَوَضَعَ عَنْهُ الْجِزْيَةَ وَعَنْ ضُرَبَائِهِ.[7]

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں میں سے کسی شخص کے دروازے کے پاس سے گزرے وہاں ایک سائل سوال کر رہا تھا جو نہایت ضعیف اور اندھا تھا۔ حضرت سیدنا عمر فاروق نے اس کے بازو پر پیچھے سے مارا اور کہا کہ تم کون سے اہل کتاب سے ہو؟ اس نے کہا کہ یہودی ہوں آپ نے فرمایا: تجھے اس امر پر کس نے مجبور کیا جو میں دیکھ رہا

ہوں؟ اس نے کہا کہ میں مزید کی ادائیگی، حاجات کی تکمیل اور عمر رسیدگی کی وجہ سے سوال کرتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر فاروق نے اس کا ہاتھ پکڑا اور سے اپنے گھر لے گئے اور اسے اپنے گھر سے کچھ مال دیا پھر اسے بیت المال کے خازن کی طرف بھیجا اور کہا کہ اسے اور اس قبیل کے دوسرے لوگوں کو دیکھو۔ خدا کی قسم! ہم نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ اس کی جوانی سے تو ہم نے خوب فائدہ اٹھایا اور بڑھاپے میں اسے رسوا کر دیا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (بے شک صدقات فقراء اور مساکین کیلئے ہیں اور فرمایا: فقراء سے مراد مسلمان ہیں اور اہل کتاب مساکین میں سے ہیں اور حضرت سیدنا عمر نے اس سے اور اس جیسے دیگر کمزور لوگوں سے جزیہ ساقط کر دیا۔ "حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ رعایا کو حق المعاش کی فراہمی اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے صاحبان اقتدار پر لازم ہے کہ اس امر کا انتظام کریں کہ کوئی بھی شخص حق معیشت سے محروم نہ ہو بلکہ ہر فرد کو حصول معیشت کا مساوی حق دیا جائے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں اور کاوشوں کو بروئے کار لاکر باعزت اور حلال طریقے سے اپنی روزی کما سکے۔ نیز اہل ثروت پر لازم ہے کہ وہ اپنے مال میں سے ضرورت مندوں غرباء اور محتاجوں کی معاشی ضروریات بدرجہا کفالت پورا کرے تاکہ معاشرے کا کوئی فرد اپنی بنیادی معاشی ضروریات سے محروم نہ رہے۔ اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اگر معاشرہ میں غریب اور نادار لوگ زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم ہوں اور دوسری طرف امراء عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہوں تو اسلامی حکومت ان امیر لوگوں سے جبراً مال وصول کرکے غرباء اور ضرورت مندوں میں تقسیم کریں۔ سیدنا عمر فاروق کا یہ فرمان بھی اسی بنیادی تصور کی وضاحت کر رہا ہے کہ اگر ایسے حالات ہوں کہ لوگوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں تو مال دار لوگوں کے مال میں سے غریبوں کا حق زبردستی چھین کر بھی ان کو دیا جا سکتا ہے۔ فَوَاللَّهِ لَوْ أَنَّ اللَّهَ لَمْ يُفْرِجْهَا مَا تَرَكْتُ بِأَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَهُمْ سَعَةٌ إِلَّا أَدْخَلْتُ مَعَهُمْ أَعْدَادَهُمْ مِنَ الْفُقَرَاءِ، فَلَمْ يَكُنِ اثْنَانِ يَهْلِكَانِ مِنَ الطَّعَامِ عَلَى مَا يُقِيمُ وَاحِدًا.[8] "حضرت عمرa فرماتے ہیں "اللہ کی قسم! اگر قحط رفع نہ ہوتا تو میں کوئی بھی ایسا گھر نہ چھوڑتا جس میں کھانا موجود ہوتا مگر اس کے افراد کے برابر دیگر مستحقین اور محتاجین کو اس میں حکما داخل کر دیتا کیونکہ ایک شخص کا کھانا یقیناً دو افراد کو ہلاک ہونے سے بچا لیتا ہے۔"

معاشی مساوات اور نیک حکمران

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ دولت کی برابر تقسیم نہ تو عملا ممکن ہے اور نہ شرعا اس کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے کا امر بھی موجود ہے۔ لہذا اس تقسیم سے مراد بنیادی ضروریات کی مساوی تقسیم ہی ہو سکتی ہے کہ بنیادی معاش ہر ایک میں اس طرح برابر تقسیم ہو گا کہ معاشرے میں معاشی تعطل نہ رہے اور کوئی فرد بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہنے پائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مال و دولت کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے چار بنیادی باتوں کا خیال رکھنے کی ہدایت دی: «أَرْبَعٌ مَنْ عَمِلَ بِهِنَّ اسْتَوْجَبَ الْعَدْلَ: الأَمَانَةُ فِي الْمَالِ، وَالتَّسْوِيَةُ فِي الْقَسْمِ، وَالْوَفَاءُ بالعدة، وَالْخُرُوجُ مِنَ الْعُيُوبِ.»[9] "چار امور کو ان کیلئے لازمی قرار دیا گیا۔ مالی معاملات میں عدل و انصاف پر مبنی امانت داری تقسیم اموال میں برابری، ایفائے عہد اور عیبوں کو ترک کرنا۔"

سیدنا عمر فاروق کی اقتصادی اصلاحات

سیدنا عمر فاروق نے خزانہ بیت المال کے مصارف کے بارے میں حکومتی سطح پر حکم اقتصاد پر بڑی سختی سے عمل درآمد کرایا اور

سرکاری سطح پر ہر حکم کے اسراف کو ختم کر دیا، کیونکہ اس کے بغیر عوام کو صرف مال کے بارے میں اقتصاد کا عامل نہیں بنایا جاسکتا۔ اِنَّ عُمَرَ کَتَبَ اِلَی عُمَّالِہٖ اَنْ لَا تُطِیلُوا بِنَاءَکُمْ فَاِنَّ شَرَّ اَیَّامِکُمْ ان عمر بن الخطاب کتب الي عماله ان لا تطيعوا ابنائکم فإنه من شر أ یامکم.[10] ''حضرت سیدنا عمر فاروق نے اپنے عہد خلافت کے امراء اور افسروں کو یہ تحریری ہدایت جاری فرمائی کہ وہ اپنی رہائش گاہیں بلند و بالا بنائیں کہ ایسا عمل بدترین دور کی علامت ہے۔'' ایک اور حکمنامہ تمام حکام اور افسروں کے نام جاری فرمایا جسکے درج ذیل نکات ہیں۔ ''کہ وہ غیر معمولی کھانے نہ کھائیں، اور نہ اعلیٰ زیادہ قیمتی اور نفیس کپڑا پہنیں اور نہ ہی اعلیٰ گھوڑوں پر سواری کریں اور ضرورت مندوں کیلئے اپنا دروازہ بند نہ کریں۔'' آپ نے حکمرانوں کو قیمتی لباس پہننے سے منع فرمایا: اگر کوئی افسر قیمتی لباس پہنتا تو آپ اسے سزا دیتے۔ ایک مرتبہ آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کا ایک اعلیٰ افسر غیاض بن غنم قیمتی لباس پہنتا ہے۔ آپ نے اپنے ایک ایلچی محمد بن مسلمہ کو بھیجا اور اسے فوراً طلب کیا امام ابو یوسف آپ کا قول ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ائْتِنِي بِهِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي تَجِدُهُ عَلَيْهَا. قَالَ فَأَتَاهُ فَوَجَدَ على بَابه حاجباً؛ فَدَخَلَ فَإِذَا عَلَيْهِ قَمِيصٌ رَقِيقٌ. قَالَ: أَجِبْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؛ فَقَالَ: دَعْنِي أَطْرَحُ عَلَيَّ قِبَائِي. فَقَالَ: لَا، إلا عَلَى حَالِكِ هَذِهِ. قَالَ: فَقَدِمَ بِهِ عَلَيْهِ؛ فَلَمَّا رَآهُ عُمَرُ قَالَ: انْزَعْ قَمِيصَكَ. ودعا بمدرعة صوف وبريضة مِنْ غَنَمٍ وَعَصَا فَقَالَ: الْبَسْ هَذِه المدرعة وَخذ هَذَا الْعَصَا وَارْعَ هَذِهِ الْغَنَمَ.[11] ''فرمایا اس غیاض بن غنم کو جس حال میں پاؤ اسی حالت میں میرے پاس لے آؤ۔ راوی کہتا ہے: محمد بن مسلمہ نے اس حال میں پایا کہ وہ پردہ گرائے ہوئے تھا اور قیمتی قمیض پہنے ہوئے تھا۔ اس نے کہا کہ امیر المومنین کے بلاوے کا جواب دو۔ تو اس نے کہا ٹھہرو میں اپنی قبا پہن لوں۔ اس نے کہا: نہیں بلکہ اُسی حال میں بلایا ہے۔ راوی کہتا ہے: وہ حضرت عمر کے پاس آیا جب حضرت عمر فاروق نے اسے دیکھا تو فرمایا اپنی قمیض اتار دے۔ صوف کا ایک جبہ، بھیڑوں کا ایک ریوڑ اور ایک چھڑی منگوائی اور اس سے کہا کہ یہ جبہ پہن اور یہ چھڑی ہے اور ان بھیڑوں کو چرا۔'' تو ایسے واقعات کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ کہیں افسران زیادہ عیش پرستی میں مبتلا نہ ہو جائیں اور عوامی لوگوں کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے اس لئے آپ کی معاشی پالیسی میں یہ امر بڑی اہمیت کا حامل تھا کہ افسران ،حکام ایسے تمام عہدہ داروں خواہشات نفسانی کی پرواہ سے ہٹ کر صرف باری تعالیٰ کی رضا کیلئے امت مسلمہ کی خیر خواہی کے کام سر انجام دیں۔

اجتماعی مفادات کی ترجیح

اسلام کے تصور معیشت اور قرآن مجید کی انسانی فلاح اور عملی احسان کی تعلیم کی رو سے اسلامی معاشرہ میں اصولی طور پر انفرادی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دی جائے گی۔ اسلام کے معاشی نظام کے خدوخال سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا کے دیگر نظام ہائے معیشت کے مقابل صرف اسلام ہی ایک مثالی اور فلاحی معاشرے کی ضمانت فراہم کر سکتا ہے۔ «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ، وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ، وَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ كتاباً»[12] ''حضور اقدس ﷺ نے بلال بن حارث کو معادن قبلیہ کے پست و بلند حصوں کی کانیں عطیہ کے طور پر دے دیں اور مقام قدس کے ان حصوں کو بھی دیا جو کھیتی کے قابل تھے اور آپ ﷺ نے اس عطیہ میں کسی مسلمان کا حق ان کو نہیں دیا اور اس کیلئے ان کو فرمان لکھ دیا''۔ سیدنا عمر فاروق کا دور جب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے زائد از ضرورت زمین لے کر غریبوں میں تقسیم کر دی۔ « فَأَخَذَ مِنْهُ مَا عَجَزَ عَنْ عِمَارَتِهٖ فَقَسَمَهٗ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ. »[13] ''جس زمین کو وہ کاشت نہیں کر سکتا تھا حضرت سیدنا عمر فاروق نے اس سے وہ زمین لے لی اور غریب مسلمانوں میں تقسیم کر دی۔'' ان روایات کی روشنی میں یہ اصول طے پایا کہ جہاں عامۃ الناس کے مفادات کا معاملہ ہو وہاں کسی فرد واحد یا ایک مخصوص جماعت کو حق ملکیت نہیں دیا جاسکتا۔ سیدنا عمر فاروق کے دور میں انفرادی مفادات پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دینے کا

دور نظر آتا ہے۔ جب سیدنا عمر فاروق کے زمانہ میں عراق اور شام کے علاقے فتح ہوئے تو صحابہ کرام نے مطالبہ کیا کہ ان علاقوں کی زمینوں کو ہم پر تقسیم کرکے ہمیں مالک بنایا جائے۔ حضرت بلال اور حضرت زبیر خصوصیت کے ساتھ اس پر مصر تھے مگر سیدنا عمر فاروق نے ایسا کرنے سے اس بناء پر انکار کردیا کہ اگر مفتوحہ زمینیں مجاہدین ہی تقسیم کردی گئیں تو سرحدوں کے انتظامات، شہروں اور ملکوں کے انتظامات، لشکروں کی ضروریات، بعد میں آنے والے مسلمانوں کی حاجات اور دیگر مستحق غرباء کی ضروریات کے لئے آمدنی کہاں سے آئے گی اس معاملہ میں صحابہ کرام میں موجود اختلاف کو رفع کرنے کیلئے سیدنا عمر فاروق نے صف اول کے جلیل القدر صحابہ کرام کی مجلس مشاورت منعقد کی اور اس معاملے کو ان کے سامنے پیش کرکے ان کی رائے طلب کی آپ کے دلائل سن کر سب نے آپ سے اتفاق کیا۔

تجارتی بازاروں کی خبرگیری

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازار میں تجارت کرنے والوں پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ اس دین حنیف کے مطابق معاملات طے کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ انہوں نے بازاروں کے احوال کی دیکھ بھال کیلئے بہت سے نگران مقرر کر رکھے تھے۔ آپ نے سائب بن یزید کو مدینہ کے بازار اور عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کو دیگر بازاروں کا نگران مقرر فرمایا تھا۔[14] سیرت خلفاء کا مطالعہ کرنے والا اس نتیجے پر بآسانی پہنچ سکتا ہے کہ اسلامی ریاست میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام اسلامی شریعت کے مطابق ہوتا تھا یہ نظام معاشرے کی ترقی کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا۔ حتی کہ ایک مستقل شعبے کی حیثیت اختیار کرگیا۔ اس کی خصوصی طور پر جداگانہ شرائط بالفعل اس فرض کو ادا کرنے والوں کے لئے اور کچھ شرطیں ادا کیے جانے والے عمال پر عائد کی گئیں۔ سیدنا عمر فاروق بازاروں کے معاملات میں سخت ترین، احتساب فرماتے تھے وہ اپنا کوڑا سنبھال کر بنفس نفیس بازاروں کا دورہ کرتے تھے۔ جو تاجر تادیب کا مستحق ہوتا اسے ادب سکھاتے۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں۔ میں نے سیدنا عمر فاروق کو ایک ازار میں ملبوس دیکھا۔ اس میں چودہ پیوند لگے ہوئے تھے ایک پیوند چمڑے کا تھا وہ ہاتھ میں اپنا کوڑا اٹھائے اس حالت میں بازاروں میں چکر لگا رہے تھے کہ سوائے اس پیوند لگے ازار کے ان کے بدن پر کوئی قمیض نہ تھی نہ گرمی سے بچاؤ کیلئے سر پر لپیٹنے کی کوئی چادر![15]

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ذخیرہ اندوزی کے سخت خلاف تھے۔ انہوں نے حاطب بن ابی بلتعہ سے دریافت فرمایا: "اے حاطب! تو اپنا سودا کس حساب سے بیچتا ہے؟ حاطب نے عرض کیا۔ میں دو مد کے حساب سے بیچتا ہوں۔ سیدنا عمر فاروق سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: تم ہمارے بازاروں سے سودا سلف خریدتے ہو۔ ہماری گردنوں سے گزرتے ہو اور پیمانہ اپنی مرضی سے مقرر کرتے ہو۔ صاع کے حساب سے سودا بیچو، صاع چار سد کا ہوتا ہے اگر یہ بات قبول نہیں تو پھر ہمارے بازار میں سودا مت بیچو کہیں اور چلے جاؤ۔ وہاں سے مال خریدو اور جس طرح چاہو بیچو۔[16] ایک دفعہ سیدنا عمر بن خطاب بازار گئے، انہوں نے دیکھا کہ تاجروں نے بہت سا فالتو مال ذخیرہ کر رکھا ہے۔ سیدنا عمر فاروق نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے پاس رزق بھیجے اور جب یہ رزق ہمارے بازاروں میں پہنچ جائے تو کچھ لوگ مسکینوں کا رزق روک کر اپنے اضافی مال ذخیرہ کرلیں، پھر وہ تاجر انتظار کرتے رہیں کہ جب باہر سے مال لے کر آنے والے اپنا مال بیچ کر چلے جائیں تو پھر مرضی کا بھاؤ مقرر کریں۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ آج کے بعد کوئی بھی باہر سے ہمارے بازار میں اونٹوں کا قافلہ لانے والا تاجر جو بھی مال لائے گا۔ چاہے سرد موسم کا ہو یا گرم موسم کا۔ وہ عمر کا مہمان ہو گا۔ وہ جلد بازی نہ کرے بلکہ جس طرح جی چاہے بیچے اور نہ چاہے تو نہ بیچے۔ مسلم بن جندب فرماتے ہیں: ایک دفعہ مدینے میں کھانے کا سامان آیا۔ بازار کے تاجر آئے اور وہ سامان خرید کر لے گئے۔ سیدنا عمر فاروق نے ان

لوگوں سے فرمایا: اے بازار والو! کیا تم ہمارے بازاروں میں تجارت کرتے ہو؟ لوگوں کو بھی اسمیں شریک کرو۔ تم یہاں سے نکلو۔ باہر جاؤ وہاں سے مال خرید کر لاؤ اور پھر بیچو۔[17] ایک دفعہ ایک آدمی تیل لے کر آیا اور بازار کے بھاؤ کے بجائے اپنے بھاؤ سے بیچنے لگا۔ سیدنا عمر فاروق نے فرمایا: تو تم اپنا سودا بازار کے بھاؤ بیچو، ورنہ یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم تمہیں اپنے نرخ پر مجبور نہیں کریں گے۔ پھر اس آدمی کو وہاں سے دور روانہ کر دیا۔ ان نصوص سے پتہ چلتا ہے ان کا مقصد ذخیرہ اندوزی کی ممانعت ہے۔ اور دوسرے نمبر پر لوگوں کو من مانے بھاؤ سے منع کرتا ہے۔ اس طرح غرباء، فقراء، مساکین متاثر ہوتے ہیں جیسا کہ سیدنا عمر فاروق کی حاطب سے کی گئی گفتگو سے عیاں ہوتا ہے۔ کہ مال اگر پہنچانا ہے کو ہمارے بازاروں میں ہمارے حساب سے بیچو پھر ذخیرہ اندوزی سے کمزور طبقے کا استحصال ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اللہ ہمارے پاس رزق بھیجتا ہے لوگوں کے ذریعے سے جب یہ باہر سے آنے والے تاجر اپنا سامان بیچ کر چلے جاتے ہیں تو پھر ذخیرہ اندوز سامان ذخیرہ کر لیتے ہیں اسطرح مساکین اور فقراء متاثر ہوتے ہیں۔ ذخیرہ اندوز افراد بعد میں اپنے اموال من مانی قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق ایسے لوگوں کی سخت خبر لیتے تھے۔[18]

تجارت پیشہ افراد کیلئے حلال و حرام کی پہچان

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے آدمی کو کوڑے مارتے تھے جو تجارت کی غرض سے بازار میں بیٹھ جاتا اور اسے تجارت کے اسلامی احکام کا علم نہ ہوتا۔ آپ بازاروں کا چکر لگاتے اور کبھی کسی کو کوڑے بھی مارتے اور فرماتے: ہمارے بازار میں وہ آدمی کاروبار کرے جو کاروباری اصول و ضوابط جو شریعت نے طے کیے ہیں ان کو جانتا ہو ورنہ وہ سمجھ لے کہ وہ دانستہ یا نادانستہ سود کھا رہا ہے۔[19] سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک ریاست کے تمام معاملات وسائل یکساں اہمیت کے حامل تھے وہ کسی بھی معاملے میں کوتاہی کے قائل نہ تھے وہ کسی بھی حالت میں حاکم کیلئے سستی کو ناقابل تصور سمجھتے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ منڈیوں کی اصلاح کیلئے قواعد وضع فرماتے اور وصول و ادائیگی کے طریقے منظم فرماتے۔ تجارت میں استحکام اور ٹھہراؤ کو یقینی بناتے۔ ان کے قواعد کی بدولت نہ دھوکے کی گنجائش ہوتی نہ ملاوٹ کی۔ وہ ذخیرہ اندوزی کا سختی سے سدباب کرتے تھے۔ انہوں نے شراب یا کسی اور کالے دھندے کا ہر امکان ختم کر دیا۔ انہیں تجارتی دنیا میں کوئی جہالت اور ناجائز بات قطعاً قبول نہ تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تجارت کیلئے نہایت مختصر مگر جامع فیصلہ صادر فرمایا کہ جو آدمی اسلامی آداب تجارت سے واقف نہ ہو وہ ہمارے بازار میں تجارت نہ کرے۔ اس طرح انہوں نے خرید و فروخت کے معاملات میں ہر خرابی کا دروازہ بند کر دیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قانون آج کل کی دنیا میں جاری ہونے والے قوانین میں اس قانون سے کسی قدر مماثلت رکھتا ہے۔ جس شخص کو کسی کام کے بارے میں مطلوبہ عملی لیاقت کی ڈگری حاصل نہ ہو وہ شخص وہ کام نہیں کر سکتا۔

فقراء کو بحالی عزت کی ترغیب

سرکار اقدس ﷺ نے غرباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: «يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ ارْفَعُوا رُءُوسَكُمْ مَا أَوْضَحَ الطَّرِيقَ، فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ، وَلَا تَكُونُوا كَلًّا عَلَى الْمُسْلِمِينَ»[20] "اے گروہ قارئین! اپنے سروں کو اٹھاؤ بے شک تمہارے سامنے ایک واضح راستہ ہے اور نیکیوں کی طرف سبقت لے جاؤ اور دوسرے مسلمانوں پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جاؤ" سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "لا يقعدن أحدكم عن طلب الرزق، ويقول: اللهم أرزقني. وقد علم أن السماء لا تمطر ذهبا ولا فضة."[21] "تم میں سے کوئی شخص طلب رزق کے لئے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہ بیٹھا رہے۔ در آنحالیکہ وہ کہہ رہا ہو: اے اللہ! مجھے رزق عطا فرما اور وہ جان لے کہ آسمان سونا چاندی نہیں برساتا۔" اسلام نے ہر شہری کو معاشرتی ضمانت راحت و سکون اور معیشت کے تحفظ کی ضمانت دی ہے یہ اس وقت تک جب تک وہ اپنے فرائض

کو بجالاتا رہے گا۔

عہد فاروقی میں نگرانی بازار اور تجارت

خلافتِ راشدہ جس نظام پر قائم تھی اس کی بنیاد قرآن وسنت نے فراہم کی ہے۔ اسلامی احکام کے بنیادی اہداف ومقاصد میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اسلامی نظام ممکن طور پر نافذ کیا جائے تاکہ اسلامی فلاحی معاشرہ معرضِ وجود میں آسکے۔ اسلام میں کسی ایسے معاشرے کا تصور بھی موجود نہیں جس میں احتکار واکتناز کا تصور ہو۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں تاجر اور بازاروں کی نگرانی غیر معمولی طور پر کی۔ آپ نے اپنے عہد میں احتکار اور اکتناز جیسی چیزوں کو دور رکھا۔ یہ صرف سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور ہی کی ایجاد نہ تھی اور نہ یہ حادثاتی طور پر معرض وجود میں آئی تھی۔ بلکہ یہ ایک ربانی منہج تھا۔ جس کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے آئیڈل سمجھا اور آپ کا دور معاشی لحاظ سے زریں ثابت ہوا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انتہائی کوشش فرماتے تھے کہ ان کی ریاست کے قوانین فرامین رسول اللہ ﷺ کے عین مطابق ہوں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کی ترقی میں بہت مصروف رہے۔ ذیل میں ہم ان ماخذ کا ذکر کریں گے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ احتکار واکتناز بارے کتنی وعیدیں آئی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللَّهِ وَبَرِئَ اللَّهُ مِنْهُ»[22] ''جو شخص چالیس دن تک غلہ روک کر رکھتا ہے (اور اس کے مہنگا ہونے کا انتظار کرتا ہے) وہ اللہ کے ذمہ سے بری ہے اور اللہ سے بری ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: «الْجَالِبُ مَرْزُوقٌ، وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ»[23] ان میں مال لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت بھیجی جاتی ہے۔ احتکار واکتناز کا عمل اسلامی معیشت کی روح کے خلاف ہے۔ ان دونوں بڑے افعال سے ''بخل'' کی لعنت بھی جنم لیتی ہے جو بے شمار اخلاقی، سماجی، معاشی اور معاشری برائیوں کو جنم دیتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ.»[24] ''جو کوئی سونا اور چاندی جمع کرتا ہے پھر اس سے حق ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی۔ انہیں جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اس پہلو، پیشانی اور اس کی پیٹھ کو داغ دیا جائے گا۔''

جاگیرداری کا خاتمہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جاگیردارانہ نظام کے وہ سب راستے بند کر دیئے جن کی بنیاد ظلم پر تھی۔ اس نظام نے ساری زمینوں پر قبضہ اور غلبہ حاصل کر رکھا تھا۔ اور تمام کسانوں کو غلام بنا رکھا تھا۔ ان سے بغیر اجرت محنت اور مشقت لی جاتی تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراق کی زمین کسانوں ہی کے پاس رہنے دیں تاکہ وہ خود ان کی کاشت کریں اور اس کے عوض مناسب سالانہ خراج ادا کریں۔ کسانوں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے پر انتہائی رشک اور مسرت کا اظہار کیا کہ انہوں نے انہیں زمینوں کا مالک بنائے رکھا تاکہ وہ ان زمینوں میں کاشتکاری کریں اور مناسب خراج ادا کریں اس طرح انہیں زندگی میں پہلی دفعہ محسوس ہوا کہ وہ خود ان زمینوں کے مالک ہیں۔ وہ کسی جاگیردارانہ نظام کے تحت محنت پر مجبور نہیں ہیں اس سے پہلے تو یہ غریب کسان ایسے محنت کش تھے جو کسی صلے اور معاوضے کے بغیر ہی سخت محنت کرتے تھے اور ان کی ساری محنت اور خون پسینے کی کمائی جاگیر اداروں کی جیب میں چلی جاتی تھی۔ یہ جاگیردار اللہ کی زمین کے زبردستی مالک بن بیٹھے تھے اور یہ ظالم لوگ ان کسانوں کو معمولی معاوضے کے علاوہ اور کچھ نہیں دیتے تھے۔ یہ بھی ایک احتکار واکتناز کی صورت تھی جس کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ختم کیا۔[25]

خراجی زمینوں کی تقسیم کی منسوخی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی اور بالغ نظری نے مستقبل کے تحفظات کے پیش نظر مفتوحہ تقسیم نہ کرنے کا جو دلیرانہ فیصلہ کیا تھا، آخر کار لوگ اس پر متفق ہو گئے تھے۔ امت کا مستقبل محفوظ بنانے کے سلسلے میں کی گئی اس سعی جمیل کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اس کی اولین مصلحت یہ تھی کہ ریاست کا داخلی امن برقرار رکھنے کے لئے اس اقدام کی اشد ضرورت تھی بصورت دیگر یہ خدشہ موجود تھا کہ ان زمینوں کی وجہ سے باہمی اختلاف پھیل جاتا اور لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے۔ اس اقدام کا ایک مقصد خلافت کے بیت المال کو مستحکم بنانا بھی تھا تاکہ ریاستی ضروریات اور مصارف کے لیے آمدنی کے دیرپا وسائل قائم ہو جائیں اور مملکت اسلامیہ کے تمام شہریوں کی تکمیل کا بندوبست ہو جائے اور عام مسلمانوں کو زندگی کی بہتر سہولتیں میسر آسکیں۔

اجتماعی مفاد کو انفرادی پر ترجیح:

مال و دولت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کا منشاء کسی ایک طبقہ تک محدود نہ ہو۔ کسی ایک طبقے کی اس پر اجارہ داری نہ ہو۔ شریعت نے بہت سے احکام اسی غرض کی تکمیل کے لئے دیے ہیں۔ لہٰذا ہر وہ طریقہ کار، ہر وہ پالیسی، ہر وہ قانون، ہر وہ فیصلہ شرعیت کے مطابق نہ ہو گا۔ بلکہ شریعت سے متعارض ہو گا جس کا نتیجہ مال و دولت کے ارتکاز کی صورت میں نکلتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی محبت انسانوں کے دل میں رکھ دی ہے۔ یہ ایک فطری جذبہ یا فطری داعیہ ہے، شریعت اس کو ختم نہیں کرنا چاہتی، جو دواعی اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کے تقاضے سے متعلق ہو وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین ہیں۔ ان کو سرے سے ختم کر دینے یا بالکل ہٹا دینے کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔ اگر یہ دواعی شریعت اور اخلاق کے اندر رہیں تو بہت مفید اور نہایت مثبت نعمتیں ہیں۔ لیکن اگر انسان اپنے مادی محرکات، شہوات اور ذاتی مفاد کی وجہ سے انہی کو سب کچھ سمجھ لے اور ان چیزوں کی محبت کو دوسرے اہم تر مقاصد پر حاوی کر دیے تو یہ شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے۔

اراضی کی الاٹمنٹ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بار زمینوں کی اصلاح اور انہیں کار آمد بنانے کے لئے نبی کریم ﷺ کے مبارک طریقے پر کاربند رہے انہوں نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو جرف اور قناۃ کے درمیان بنجر زمین عطا فرمائی۔[26] سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجاعہ بن مرارہ حنفی کو یمامہ کی زمین خضرمہ عطا کی تاکہ وہ اسے کاشت کے قابل بنائے انہوں نے عیینہ بن حصن خزاری اور اقراع بن حابس تمیمی کو بھی ایک سنگلاخ زمین دینے کا ارادہ فرمایا۔ اس میں کسی قسم کی نفع بخش پیداوار نہیں ہوتی تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورے پر انہوں نے یہ الاٹ کرنے کا ارادہ بدل دیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اب اسلام کو تالیف قلب کی حاجت نہیں رہی۔ انہوں نے ان دونوں افراد سے فرمایا: بلا شبہ رسول اللہ ﷺ تم سے تالیف قلب فرماتے تھے لیکن ان دنوں اسلام کمزور تھا۔ اب اللہ رب العزت نے اسلام کو قوت اور عزت عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا تم اپنے محنت سے روزی حاصل کرو۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بغرض اصلاح زمین کی الاٹ منٹ کے مخالف نہ تھے۔ وہ تالیف قلب کے معاملے کو غیر ضروری خیال کرتے تھے۔ خود سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے لوگوں کو زمین الاٹ کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے نے ۳ سال کی مدت مقرر کر رکھی تھی۔[27]

نومولود کا وظیفہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نومولود کے لیے ایک سو درہم وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ ابتداء میں ہر نومولود کا دودھ چھڑانے

کے بعد وظیفہ مقرر ہوتا تھا۔ لیکن بعد میں اس اندیشے سے کہ لوگ بچوں کو دودھ جلدی جلدی چھڑوانے لگے، یوم ولادت ہی سے وظیفہ مقرر کر دیا۔ وہ موالی جو اپنی قوم میں صاحب شرف سمجھے جاتے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کا وظیفہ زیادہ مقرر فرماتے تھے۔ جب ہرمزان مسلمان ہوا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے 2 ہزار درہم عطا فرمائے علاوہ ازیں سالانہ وظیفہ بھی مقرر فرمایا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مختلف مقداروں پر مبنی عطیے مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ مذکورہ بالا افراد کے لیے مخصوص کردہ وظائف کے علاوہ انہیں ہر سال گندم کی ایک مخصوص مقدار بھی فراہم کی جاتی تھی[28]۔

ضرورت سے زائد زمین پر حکومتی تصرف کا حق

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے غیر مزروعہ زمین واپس لے لی تھی جو انہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے عطا فرمائی تھی حالانکہ وہ اس پر رضامند نہ تھے۔ اس موقع پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے: «إن رسول الله لم يقطعك لتحجره عن الناس إنما أقطعك لتعمل فخذ منها ما قدرت على عمارته ورد الباقي.» [29] "یقین جانو کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں یہ علاقہ اس لئے نہیں بخشا تھا کہ تم اسے لوگوں سے روک کہ بیٹھ جاؤ بلکہ آپ ﷺ نے یہ علاقہ اس لئے عطا فرمایا تھا کہ تم اسے آباد کرو، لہذا جس حصے کی آبادکاری تم کر سکتے ہو وہ تم لے لو اور بقیہ واپس کر دو۔" سیدنا عمر فاروق بغرض اصلاح زمین کی الاٹمنٹ کے مخالف نہ تھے، وہ تالیف قلب کے معاملے کو غیر ضروری خیال کرتے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے خود لوگوں کو زمین الاٹ کی وہ فرماتے تھے: "اے لوگو! جو بنجر زمین کو کار آمد بنائے گا وہ اسی کی ہو گی۔"[30]

حسبہ کا قیام

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے سے قبل بھی اسلامی نظام معیشت کا ایک اہم شعبہ حسبہ ہوا کرتا تھا۔ حسبہ یوں تو ایک الگ ادارہ تھا جو نیم عدالتی اختیارات رکھتا تھا اور عام طور پر معاشرتی انصاف، معاشرتی اخلاق اور اسلامی ریاست کے اجتماعی اہداف کے تحفظ کا فریضہ انجام دیا کرتا تھا لیکن ان ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اسی کے فرائض میں بازار کی دیکھ بھال بھی شامل تھی تاجروں کی نگرانی بھی شامل تھی اور یہ بات کہ بازار میں کوئی کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی نہ تھا۔ ملاوٹ نہ کرے، دھوکہ دہی نہ کرے۔ اس نوعیت کے کاموں کی نگرانی بھی حسبہ کا ادارہ کیا کرتا تھا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ نظام حسبہ کا اسلامی نظام معیشت سے گہرا تعلق تھا۔ بازار کے محتسب الگ الگ ہوا کرتے تھے۔ زرعی پیداوار کے محتسب الگ ہوتے تھے۔ عام کمزور انسانوں کے ساتھ بلکہ جانوروں کے ساتھ انصاف بھی حسبہ کے فرائض میں شامل تھا۔ یہ بات کہ جانوروں کے استعمال میں ان کے ساتھ ظلم نہ کیا جائے، زیادتی نہ کی جائے، کسی جانور پر اسکی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے یہ نگرانی نظام حسبہ کیا کرتا تھا۔ آج بھی ریاست کی معاشی پالیسیوں کو یقینی بنانے کے لئے جو ادارے قائم ہیں یا آئندہ قائم کیے جائیں ان کو وہ اختیارات اور فرائض دیئے جاسکتے ہیں جو حسبہ کے ادارے کو دیئے جاتے تھے۔ ایک اعتبار سے وہ ادارے جو حکومت کی معاشی پالیسیوں کی نگرانی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں ان پر عمل در آمد کو یقینی بنا رہے ہیں وہ حسبہ ہی کی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں۔ حسبہ کی ایک ذمہ داری اسٹیٹ بنک بھی انجام دے رہا ہے جو بینکوں کا محتسب ہے۔ حسبہ کی ذمہ داری کارپوریٹ لاء اتھارٹی بھی انجام دے رہی ہے۔ یہ کاروباری طبقوں کی محتسب ہے ملاوٹ کو چیک کرنے کے ادارے ہیں۔ ناپ تول کے پیمانے کو یقینی بنانے کے ادارے ہیں۔ یہ سب وہ ادارے ہیں جو اسلامی دور میں حسبہ کہلاتے تھے۔ آج یہ ادارے الگ الگ ہو گئے ہیں۔ ان کو الگ الگ بھی رکھا جاسکتا ہے۔ ایک بھی رکھا جاسکتا ہے اور کسی ایک بڑے ادارے کا جزو بھی بنایا جاسکتا ہے۔[31]

کفاف کا اہتمام

ریاست کی اصل اور بنیادی ذمہ داری کفاف کی ہے۔ کفاف میں بنیادی اور ناگزیر طور پر تین چیزیں تو لازم اور ہر حال میں شامل ہیں۔ روٹی، کپڑا اور مکان کی فراہمی کفاف ہے اور یہ پوری امت مسلمہ کے ذمے واجب الکفایہ ہے۔ اس واجب کو یا فرض کفایہ کو عامۃ الناس کی طرف سے ریاست ادا کرے گی۔ اسلئے کہ ریاست عامۃ الناس کی وکیل ہے۔ عامۃ الناس مؤکل ہیں ریاست ان کی وکیل ہے۔ اس لئے مؤکل کی طرف سے وکیل اس فریضے کو انجام دے گا۔ فقہاء کرام نے یہ لکھا ہے کہ اگر ریاست اپنے ان تقاضوں کو پورا نہ کرے یا ریاست ان فرائض کی انجام دہی میں غفلت اور کوتاہی کو اختیار کرے اور معاشرے میں ایسے لوگ موجود ہوں جن کو روزی پیٹ بھر کر نہ ملتی ہو ایسے لوگ موجود ہوں جن کے پاس تن ڈھانپنے کو لباس نہ ہو، سر چھپانے کو چھت نہ ہو تو وہ زبر دستی خود یا وسیلہ لوگوں سے اپنا حق وصول کر سکتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں کبھی الحمد للہ اس طرح کی نوبت تو نہیں آئی لیکن ظاہر یہ کرنا مقصود ہے کہ درجہ کفاف کی فراہمی کو فقہائے اسلام نے عامۃ الناس کے ذمے فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ کفاف سے مراد وہ کم سے کم لازمی اور ناگزیر تقاضے ہیں جو ہر انسان کو فوری طور پر مطلوب ہیں۔ کفاف کے بعد ضروریات کا درجہ ہے کہ وہ ضروریات جن کی نوعیت لازمی اور دائمی ہوتی ہے۔ لباس کی ضرورت انسان کو دائمی ہے۔ یہ نہیں کہ آج آپ نے لباس فراہم کر دیا تو پوری زندگی ضرورت نہ پڑے یہ ضرورت ہمیشہ رہے گی اور لازمی ہے۔ ان کے بعد حاجیات کا درجہ ہوتا ہے۔ حاجیات وہ ہیں جو لازمی تو ہیں لیکن ان کا لزوم ضروریات سے کم ہے۔ ان کے بعد تکمیلیات کا درجہ آتا ہے جن کی حیثیت ہمیشہ اضافی ہوتی ہے۔ شریعت کا رجحان اور مزاج یہ ہے کہ کفاف اور ضروریات کے لئے تو ریاست کے وسائل مکمل طور پر خرچ کیے جائیں۔ مگر حاجیات کے لئے ریاست کے وسائل وہاں خرچ کیے جائیں جہاں دستیاب ہوں اور جتنے دستیاب ہوں اتنے ہی خرچ کیے جائیں۔ عصر حاضر میں یہ بہت اہم مسئلہ ہے کہ ریاست کفاف کے اہتمام کو چھوڑ کر حاجیات اور تکمیلیات کی طرف گامزن ہے۔ غریب عوام بیچاری روٹی، کپڑا اور مکان کو ترس رہی ہے لیکن ریاستی ذمہ داران اپنی خواہشات کی تکمیل کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ ریاست سب سے پہلے عوام کے لئے بنیادی ضروریات کی تکمیل کرے اگر وسائل میں گنجائش ہو تو پھر حاجیات اور تکمیلیات میں بھی خرچ کیے جاسکتے ہیں۔ کفاف کے درجے میں یوں تو روٹی، کپڑا اور مکان شامل ہیں لیکن بعض فقہائے اسلام نے کفاف اور حاجیات اصلیہ ان دونوں کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کی مختلف نصوص سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ بنیادی ضروریات میں تعلیم، علاج، امن وامان، عدل وانصاف کی فراہمی اور ایک خاندان زندگی کے وسائل بھی شامل ہیں۔ یہ سب ضروریات اصلیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ کفاف کے بعد ہٹی ان کا درجہ آتا ہے، لیکن محض کفاف پر اکتفاء کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ انسان کے مزاج، ترقیاتی ذوق اور تہذیبی او تمدنی رجحانات کے خلاف ہے۔ انسان کا مزاج تہذیبی اور تمدنی ترقی کرنے اور اپنے معاملات کو بہتر سے بہتر بنانے کا ہے۔[32] کفاف کی ضروریات اگر پوری نہ ہوں تو اس کے نتیجے میں مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ مایوسی پیدا ہو تو انسان فرسٹریشن کا شکار ہوتا ہے۔ فرسٹریشن کے نتیجے میں بے شمار معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی خرابیاں ہوتی ہی۔ اس لئے ان ضروریات کو پورا کرنا خود معاشرے کی بقا اور تحفظ کے لئے ناگزیر ہے۔

خلاصۂ بحث

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں معاشی ترقی کی وجہ قرآن وسنت کا بول بالا تھا۔ قرآن کریم میں بیان کردہ احترا انسانیت کے ضمن میں انسانی حقوق کا دائرہ کار اور بنیادی آزادیوں کو بلا امتیاز نسل وزبان ومذہب، اقوام عالم کے مابین برابری کی بنیاد پر باہمی دوستانہ تعلقات کا فروغ اور اس کے حصول کیلئے بین الاقوامی تعاون کی فضا کے فروغ کو بیان کیا گیا ہے۔ سیدنا عمر فاروق نے اسلامی ریاست کے نظام کو اس طرح ترتیب دیا کہ اس میں آپ نے شریعت کی بالادستی، اقامت عدل ومساوات، شورائی فیصلہ،

آزادی افکار اور معاشی منصوبہ بندی جیسی چیزوں کو بہت زیادہ اہمیت دی بطور خلیفہ آپ نے رعایا کے ساتھ اعلیٰ اخلاق و کردار کا مظاہرہ کیا اور رعایا کی ہر لحاظ خبر گیری کی جو کہ ایک اسلامی ریاست کے سربراہ کیلئے نمایاں خصوصیت ہے۔ اگر ہم ان اصول و ضوابط کو موجودہ عہد میں ملک کے معاشی کو حل کرنے کے لیے استعمال کیا کریں تو ہم ان سے مثبت نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آبادیوں کی ترقی اور قدرتی آفات اور ان کے تدارک کو بیان کیا گیا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مختلف وسائل استعمال کرتے ہوئے کسی طرح ان معاملات پر قابو پایا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سیرت طیبہ ہزاروں سال کے بعد بھی زندہ جاوید رہے گی اور لوگ رہتی دنیا تک ان کی مثالی زندگی اختیار کرکے اور ان کی سوچ کو عملی جامہ پہنا کر اپنی معاصر امتوں میں عظیم مقام پیدا کر سکیں گے۔

References

[1] Muhammad Ibn Umar Ibn Hassan Tamīmī, *Al-Tafseer al-Kabīr* (Tehrān: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah), 10:141.
[2] Imām Mālik Ibn Ans, *Al-Mowṭā'* (Beirūt: Dār al-Hayā, 1984), 1:2.
[3] Imām Ibn Temiyyah Ahmad Ibn Abd al-Ḥalīm, *Al-Siyasah al-Shariy'ah* (Lahore: Al-Maktaba-tu-Salafiya, 1878), 2:10.
[4] Abu al-Farj Abd al-Rahmān Ibn Jūzī, *Mnāqib-e-Amīr al-Mo'minīn* (Beirūt: Dār al-Kitāb, 1406), 1:101.
[5] Ibn Jūzī, *Manāqib-e-'Umar*, 1:893.
[6] Shams al-Dīn Muhammad Ibn Ahmad Zehbī, *Tarīkh-e-Islām* (Beirūt: Dār al-Kitāb 'Arabī, 1978), 3:271.
[7] Abu Yousuf Yaqoob Ibn Ibrahīm, *Kitāb al-Khirāj* (Beirut: Dār al-Ma'arifah, 1307), 1:136.
[8] Adu Abdullah Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, *Al-Adab al-Mufrad* (Beirūt: Dār al-Bashīr al-Islāmiya, 1989), 1:562.
[9] Abu Ja'far Muhammad Ibn Yazīd Ṭabrī, *Tarīkh al-Umam al-Malūk*, 2:290.
[10] Abu Abdullah Muhammad Ibn Sād, Al-Ṭabqāt al-Kubrā (Beirūt: Dār al-Fikr, 1398), 8:86.
[11] Abu Yousuf, Kitāb al-Khrāj, 1:126.
[12] Abu Bakr Ibn Hussain Bahīqī, *Al-Sunan al-Kubrā* (Makkah: Maktaba Dār al-Bāz, 1993), 2:145.
[13] Yaḥyā Ibn Adam al-Qarashī, *Al- Kitāb al-Khrāj* (Beirut: Dār al-Ma'ārifa), 93:294.
[14] 'Alī Muhammad Ibn Muhammad al-Ṣalābī, *Al-Salaṭah al-Tanfīziyah* (Beirūt: Dār Ibn-e- Kathīr, 2014), 1:408.
[15] Ibn Sād, *Al-Tabaqāt al-Kubrā*, 3:330.
[16] Qul'jī, *Mousou'ah al-Fiqh 'Umar Ibn Khattāb*, 1:28.
[17] Qul'jī, *Mousou'ah al-Fiqh 'Umar Ibn Khattāb*, 1:28.
[18] Qul'jī, *Mousou'ah al-Fiqh 'Umar Ibn Khattāb*, 1:117.
[19] Al-Kutānī, *Nizām-ul-Huqoumat-e-Islāmī,* 2:17.
[20] Bahīqī, *Sha'b al-'Imān* (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 1990), 2:81.
[21] Walī al-Dīn Abu Abdullah al-Khaṭīb al-Tebrezī, *Mishqāt al-Maṣābīḥ* (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 2003), 2:5050.
[22] Abu Abdullah Ibn Muhammad Ahmad Ibn Ḥanbal, *Al-Musnad* (Labnān: Dār al-Resalah), 2:4880.

[23] Abu Muhammad Ibn Abd al-Rahmān Dārmī, *Al-Sunan* (Beirūt: Dār al-Kutub ‘Arabī, 1207), 1:2544.
[24] Imām Abu al-Hussain Muslim Ibn Hajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Beirūt: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyah), 1:987.
[25] Dr. ‘Alī Muhammad al-Ṣalābī, *Seerat-e-‘Umar Fārooq R.A* (Lahore: Dār al-Islām, 1985), 1:596.
[26] Ibn Sād, *Al-Tabaqāt al-Kubrā*, 3:104.
[27] Akram Ziā’ al-‘Umarī, *Aṣr-e-Khalāfat-e-Rāshdah* (Beirūt: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyah, 1727), 221.
[28] Abdullah Jam‘ān al-Sa‘dī, *Syāsat al-Māl fī al-Islām* (Qaṭar: Maktaba al-Madāras, 1983), 1:202.
[29] Abu ‘Ubaid Qāsim Ibn Salām Ibn Abdullah al-Baghdādī, *Kitāb al-Amvāl* (Beirūt: Dār al-Fikr), 368:713.
[30] Ziā’ al-‘Umarī, *Aṣr-e-Khalāfat-e-Rāshdah*, 221.
[31] Dr. Maḥmood Ahmad Ghāzī, *Maḥādharāt Ma‘īshatt wa Tajārat* (Lahore: Faisal Tājrān Kutub), 164.
[32] Ghāzī, *Maḥādharāt Ma‘īshatt wa Tajārat*, 169.